سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN.

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

الحکم
دور جدید
ہفتہ وار

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ؛ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر اعلیٰ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ما
امراو روسا سے صہ
معاونین سے عہ
عوام سے صمہ
ممالک غیر سے ۱۲ آر
مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے
ہر انگریزی مہینے کی ۷، ۱۴،
۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا
کے فضل اور رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے
قیمت فی پرچہ ۲/

نمبر ۱۳ ۹ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء یوم یکشنبہ جلد ۳۸

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود)

آنریبل چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب

سنگ بنیاد حضرت امیر المومنین کے مقدس ہاتھوں سے رکھا گیا

ہزارہا احمدیوں کا اجتماع - مکان کی بنیاد ابراہیمی سنت پر رکھی گئی -

احرار نے ہندوستان میں ۱۲ اپریل ۳۵ء کا دن آنریبل چودھری ظفر اللہ خان صاحب وزیر اصلاحات ہند کی وزارت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے مقرر کیا تھا - مگر خدا تعالیٰ نے اپنے علم میں یہ مقرر کر رکھا تھا کہ جس دن یہ لوگ سینہ کوبی کرینگے اسدن دارالامان کی مقدس زمین پر چودھری صاحب کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے ہزارہا بندگان خدا ملکر دعا کریں گے - اور اس طرح زمینی منصوبے آسمانی دعاؤں کے ساتھ پاش پاش کر دیئے جائیں گے -

زمین پر اس دن ایک جنگ تھی - جس میں ایک فریق شور و غوغا اور گندہ دہنی کے ہتھیار استعمال کر رہا تھا - اور دوسری طرف ہزارہا انسانوں کے ہاتھ جن میں معصوم بچے بھی شامل تھے رب العزت کے حضور اٹھے ہوئے تھے - اور وہ خشوع و خضوع سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا اس انسان کو جسے یہ زمین کے بندے اس بشری سنت مستمرہ کے ماتحت کہ تو جب کسی کو حکومت دیتا ہے تو ایک گروہ اس کے مخالفوں کا پیدا ہو جاتا ہے رد کر رہے ہیں اور اپنے منصوبوں اور تدبیروں کے بل پر زور لگا رہے ہیں کہ وہ تیری دی ہوئی عزت و حکومت کو چھین لینگے - ان کو اپنے منصوبوں میں ناکام فرما - اور اس شخص کو اسقدر بڑھا کہ جب تک یہ دنیا رہے - یہ گھر آباد رہے - اور اس کے ساکنین سچائی اور حق کے پیامبر ہر آن بڑھتے رہیں - اس قسم کی دعاؤں کے ساتھ ۱۲ اپریل کا دن قادیان کی زمین پر چڑھا -

آنریبل چودھری صاحب اپنی کوٹھی کی بنیاد رکھوانے کے لئے لاہور سے بذریعہ موٹر خود بنفس نفیس تشریف لے آئے تھے - آپ کی کوٹھی قادیان کے مشرقی جانب محلہ دارالانوار میں حضرت امیر المومنین کی کوٹھی کے بالکل ساتھ ملحقہ زمین میں بننی شروع ہوئی ہے - صبح سے لوگ کوٹھی کے وسیع احاطہ میں جمع ہو رہے تھے - لوگوں کے چہروں پر مسرت و شادمانی کی لہریں چمک رہی تھیں - ایک طرف معززین اور پرانے احمدیوں کے بیٹھنے کے لئے کرسیاں بچھا دی گئی تھیں - بنیادیں کھود کر ایک حد تک روڑی کٹوا دی گئی ہوئی تھی - کوٹھی کے مشرقی اور مغربی کونے اس غرض کے لئے مقرر کر دیئے گئے تھے کہ ان میں حضور کے دست مبارک سے اینٹیں رکھوائی جائیں -

حضرت امیر المومنین دس بجے کے قریب حضرت امیر المومنین قصر خلافت سے پیدل اپنے خدام کے حلقے میں تشریف لائے - اور سیدھے اپنی کوٹھی دار الحمد میں تشریف لے گئے - چند منٹ کے بعد حضور اپنی کوٹھی سے باہر تشریف لائے اسوقت آنریبل چودھری صاحب حضور کی کوٹھی کے دروازے پر پہنچ چکے تھے - جہاں چودھری صاحب نے حضور کا استقبال کیا - حضور آنریبل چودھری صاحب کی معیت میں بنیاد کی جگہ پر تشریف لائے - پہلے مغربی سمت پھر مشرقی سمت میں اپنے دست مبارک سے کوٹھی ظفر منزل کی اینٹیں رکھیں - اسکے بعد اپنے ہزارہا خدام کے ساتھ لمبی دعا فرمائی -

حضرت ابراہیم نے وادی غیر ذی زرع میں ایک مکان کی بنیاد رکھتے ہوئے اس دنیا میں سب سے پہلے **دعاؤں** سے کام لیا - اس دعا کو خدا نے سنا اور اس مکان اور زمین کو اسقدر برکت دی کہ آج دنیا دیکھ رہی ہے - دنیا سے یہ ابراہیمی سنت مٹ چکی تھی - وہ مدعیان اسلام بن رہے ہیں اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ اس سنت پر آج کہاں عمل ہو رہا ہے - اس مکان کا سنگ بنیاد بھی اس زمانہ کے ابن ابراہیم نے اپنے ہاتھ سے رکھا - اور اس بستی کی اس بننے والے مکان کیلئے

دعا کی تا خدا سنت ابراہیمی کے باعث اس مکان کو ہمیشہ کے لئے کعبہ کی طرح آنے اور جانے والوں کے لئے مبارک بنا دے اور اس گھر کو برکتوں سے بھر دے۔

ظفر منزل کی ایک خاص خصوصیت

اس کوٹھی کو جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک خاص خصوصیت اور امتیاز حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ مسجد مبارک کے پرانے چھجے کی جو اینٹیں بطور تبرک اس [illegible] اس مکان میں حضرت اقدس نے لگائیں۔

الغرض ان دعاؤں کے ساتھ اس گھر کا سنگ بنیاد اس زمانے راستباز اور مقدس انسان کے ہاتھ سے رکھا گیا

تقسیم مٹھائی

سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد حضرت امیر المومنین قصر خلافت میں تشریف لے گئے اور حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

پولیس کی دیدہ دلیری

قادیان کی پولیس اب ایسے واقعات کرنے کی عادی ہو گئی ہے جن میں ان کی سبکی ہو اور احمدیہ پبلک کو احساس ہو کہ مقامی پولیس ان کے ہر کام میں مداخلت کر رہی ہے۔ قادیان پولیس کے کار خاص کا ایک سپاہی احمد علی بٹ۔ جس کے متعلق جماعت کو متعدد بار شکایتیں پیدا ہوئیں۔ اور وہ شکایات حکام بالا تک بھی پہنچائی گئیں۔ اس کی ڈیوٹی چودھری صاحب کے مکان کی تقریب پر لگائی گئی۔ جو خواہ مخواہ اپنے آپ کو لوگوں میں نمایاں کرنے کی فکر میں تھا اور افسوس یہ کہ مجھے بتایا گیا کہ چودھری صاحب کے کھانے کے وقت بھی ایک رپورٹر ہال کے کمرے کے دروازوں کے ساتھ لگا رہا جسے کارکنوں نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

معزز مہمان

قادیان کی معزز جماعت کے علاوہ اس تقریب پر چودھری بشیر احمد صاحب سب جج و شیخ اعجاز احمد صاحب سب جج اور شیخ صاحب کے والد بزرگوار باہر سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

ظفر منزل کی تعمیر

ظفر منزل خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں ایک بہت بڑی شاندار کوٹھی ہو گی۔ جس کی تعمیر کی خدمت کا کام قاضی عبد الرحیم صاحب اوورسیر کے سپرد ہوا۔ قاضی صاحب پرانے تجربہ کار آدمی ہیں۔ اور سلسلہ کی اکثر عمارتیں ان کی زیر نگرانی ہی بنی ہیں

چودھری صاحب کے اعزاز میں دعوت طعام

قادیان کی لوکل کمیٹی کی طرف سے چودھری صاحب کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ دعوت مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں ہوئی ۱۲۰ بجے حضرت امیر المومنین ہال میں تشریف لے آئے تھے ہال معزز مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ درمیانی میز پر حضرت امیر المومنین جلوہ افروز تھے۔ حضور کے بائیں طرف چودھری صاحب تھے اور دائیں طرف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے تھے۔ چودھری صاحب کے ساتھ شیخ اعجاز احمد صاحب سب جج کے والد بزرگوار۔ اور ان کے بعد شیخ اعجاز احمد صاحب خود اور پھر حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب تھے۔ دوسری طرف حضرت صاحبزادہ صاحب کے بعد چودھری بشیر احمد صاحب سب جج۔ اور پھر حضرت مولوی سرور شاہ صاحب تھے۔

صرف ایک کھانا

حضرت امیر المومنین کی اقتصادی سکیم کے ماتحت صرف ایک کھانا پیش کیا گیا تھا۔ دعوت کا اہتمام مولانا عبد الرحمان صاحب مولوی فاضل کے سپرد تھا جو انھوں نے نہایت قابلیت سے سرانجام دیا۔

ایڈریس اور اس کا جواب

کھانے کے بعد ایک چھوٹے سے بچے حافظ مسعود احمد نے خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور اس کے بعد قاری غلام مجتبیٰ صاحب نے صدر لوکل انجمن قادیان نے ایڈریس پیش کیا۔ جس کا جواب چودھری صاحب نے لطیف الفاظ میں دیا۔ اور آپ کے بعد حضرت امیر المومنین نے اختتامی تقریر فرما کر چودھری صاحب کے لئے لمبی دعا فرمائی اور اس مبارک تقریب کو ختم فرما دیا

چودھری صاحب نے جمعہ کی نماز قادیان میں پڑھی اور شام کے قریب بذریعہ موٹر تشریف لے گئے۔

چار روزے تو گذر گئے پانچواں روزہ ۱۸ اپریل یوم پنجشنبہ کو ہو گا

احباب ۱۸ اپریل کو یاد رکھیں اور روزہ رکھ کر دعائیں

کریں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

زمینی بادشاہوں اور عاشقان خدا میں فرق

(از حضرت شبنم سرحدی بی اے)

آرزوئے خسرواں جز فتح ہفت اقلیم نیست
آرزوئے عاشقاں جز یک دلِ دو نیم نیست

حالات حاضرہ پر حضرت شبنم صاحب کی ایک نظم (ایڈیٹر)

خسرواں را شان شاں باد افزوں
بادشاہاں را مبارک حشم و جاہ
بادشاہاں را سر بر و تاجِ زر
شوکت و جبروت شاں چیزے دگر
رونق بزم شہاں است ارغنوں
مشغل تدبیر شاہاں برلن است
مطلع خورشید و ماہ عاشقاں
خسرواں در فکر تسخیر زمیں
بادشاہاں از تکبر سر بلند
حیف باشد گر نہ جور خسرواں
حیف باشد گر شود از ظلم و شاں
آتشے چوں پنجہ بر خاکے زند

عاشقاں را گریہ و درد دروں
عاشقاں را نالۂ شبگیر و آہ
عاشقاں را موجِ خوں در چشم تر
وجد و حالِ عاشقاں چیزے دگر
عاشقاں مست انداز شور جنوں
پیرس و روما و خاک لندن است
یثرب و بطحا و خاک قادیاں
آرزوئے عاشقاں عرش بریں
عاشقاں از خاکساری ارجمند
تنگ آید روزگار عاشقاں
دیدۂ ما خاکساراں خونچکاں
بیخ خود را خود ز خاکے بر کنند

رباعی

مرا زیں گمرہی افسوس آید
کہ شاہاں میکنند آں کو نشاید
نزیبد گر ہمائے اوج گردوں
بردار زمیں رغبت نماید

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت بابو غلام محمد صاحب لاہوری کی روایات

حضرت بابو غلام محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں سنہ ۱۸۹۵ء میں آپ نے بیعت کی اور سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے

آپ کی روایات ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی توجہ سے جمع ہوئیں۔ اور ہم کو ناظر صاحب تالیف و تصنیف نے برائے طبع و اشاعت ارسال فرمائی ہیں۔ میں ہر دو ناظر صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جزاهم اللہ احسن الجزا (ایڈیٹر)

بیعت کرنے کا باعث اور آغاز

جلسہ مہوتسو سے ایک سال قبل کا ذکر ہے کہ ہمارے محلہ میں مولوی محمد علی صاحب و چودھری شہاب الدین صاحب نے آ کر مکان کرایہ پر لیا۔ ان کے ہاں خواجہ کمال الدین صاحب آ کر سلسلہ گفتگو بابت حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کیا کرتے تھے اور میں ان کی باتیں سنا کرتا تھا۔ اور تین چار اور تعلیم یافتہ بھی ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ ایکدن انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم خود قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب کو دیکھ کر ان کے دعاوی کے صدق و کذب کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ ہم دس پندرہ آدمی تھے۔ جو سوائے میرے سب کے سب بی۔ اے اور ایم اے تھے۔ ان کے ہمراہ میں بھی ہو لیا۔ ہم بٹالہ میں ریل گاڑی سے اتر کر ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ یکہ کرایہ پر کر لیا اور ان دنوں میں ۵ر سالم یکہ کا کرایہ تھا ہم چار بجے کے قریب قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسی وقت حضور علیہ السلام نے ہمیں شرف ملاقات کا موقعہ دیا اور سلسلہ گفتگو شروع ہوا ہم میں سے جو سوال کرتا یا دل میں کوئی سوال آتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر سن کر ایک دوسرے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا۔ بعض ان میں جو شریر تھے وہ آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے اور کہنیاں ایک دوسرے کو مارتے کہ تیری بات کا بھی جواب آ گیا۔ اور میری حالت ایسی خراب تھی کہ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں اور کانوں میں دُریاں۔ کپڑے بھی باریک اوباش لوگوں والے۔ دن میں تین دفعہ داڑھی منڈواتا تھا اور کرتے میں سونے کے بٹن تھے۔ غرض جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقریر فرما چکے۔ تو ہم علیحدہ ہو کر آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں یا نہیں؟

ہم سب میں سے پہلے شہاب الدین صاحب بولے اور کہا کہ میں تو نبی اللہ مانتا ہوں اگر یہ نبی اللہ نہیں تو پھر نعوذ باللہ یہ جادوگر ہیں۔ اور میں بیعت کرنے لگا ہوں اسپر میں نے کہا کہ میں بھی بیعت کرتا ہوں۔ اسپر شریر لوگ ہم سے الگ ہو گئے۔ اور خاکسار اور شہاب الدین و خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی صاحب مل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آ بیٹھے۔ یعنی پہلی گفتگو جو حضور علیہ السلام نے کی وہ بھی مسجد مبارک میں تھی ہم سب اٹھے تو حضور علیہ السلام معہ مولوی عبدالکریم صاحب اس جگہ تشریف فرما رہے۔ اور ہم مسجد ہی میں دوسری طرف ہو کر یہ مذکورہ بالا مشورہ کیا۔ اور اس کے بعد پھر اسی جگہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کے لئے بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے شہاب الدین نے بلند آواز سے کہا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو نبی اللہ مان کر بیعت کرتا ہوں۔ اسپر میں نے بھی کہا کہ میں حضور علیہ السلام کو نبی اللہ سمجھ کر ہی بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ الفاظ سن کر ہم دونوں کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب بھی بیعت میں شریک ہو گئے مگر دوسرے لوگ اٹھ کر علیحدہ ہو گئے۔

بیعت کرنے کے بعد پہلا مرحلہ

جب ہم نے بیعت کر لی تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ کیا پہن رکھا ہے اسکو اتار دو میں نے دونوں انگلیوں میں سے انگوٹھیاں اتار کر جیب میں ڈال لیں۔ پھر مولوی صاحب نے حضرت صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور ان کو فرمائیں کہ سونے کے بٹن اتار ڈالے۔ حضور علیہ السلام نے سنایا کہ کہتے ہیں کہ پیران پیر کی گھنڈیاں بھی سونے کی تھیں۔ پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور ان کو فرمائیں کہ داڑھی نہ منڈوایا کریں۔ بلکہ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا کیا داڑھی پر ہی دین کا انحصار ہے۔ یہ جب مجھے اور آپکو اور دوسروں کو دیکھیں گے کہ داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ بھی رکھ لیں گے۔ اور ساتھ ساتھ مسکراتے بھی جاتے تھے۔ اور لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ کوئی ہندو ہے جس نے بیعت کی ہے۔

حضور علیہ السلام کی مہمان نوازی

غرض شام ہو گئی۔ اور نماز مغرب ہم نے پڑھی اور ہم سب کے لئے بستر اور چارپائیوں کا انتظام ہو گیا مگر میرے لئے کوئی چارپائی نہ رہی۔ نماز کے بعد جب حضور علیہ السلام نے مجھے دیکھا کہ میرے واسطے چارپائی نہیں تو مجھے فرمایا کہ آپ کے واسطے چارپائی نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نہیں۔ اور ویسے کوئی ضرورت بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تمہارے لئے چارپائی لاتا ہوں۔ حضور خود مسجد مبارک کے نیچے تشریف لائے۔ اور مجھے باہر کھڑا کر کے اندر تشریف لے گئے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو میں یہ سمجھ کر کہ یہ مکان مردانہ معلوم ہوتا ہے۔ میں خود جھانک کر دیکھوں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے اندر ایک شخص چارپائی بن رہا ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دست مبارک میں چراغ پکڑا ہوا ہے۔ اور آپ پاؤں کے بل بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ دیکھتے ہی کود کر حاضر خدمت ہوا اور چراغ حضور کے دست مبارک سے لے لیا اور عرض کیا کہ حضور میں خود بنوا دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اب ایک یا دو پھیرے رہتے ہیں بن گئی ہے۔ چنانچہ وہ چارپائی حضور نے مجھے دی۔ اور ہم سب نے آرام سے رات گذاری اس بات کا مجھ پر گہرا اثر ہوا۔ اور ایمان میں ترقی کا موجب بنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اور خواجہ صاحب

غالباً ۱۸۹۵ء کا ذکر ہے کہ ایک غیر احمدی مولوی نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری لگی ہوئی ہے۔ اور بہت بھیڑ ہے جس کی صفوں کو چیرتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا ہوں۔ جب مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ جاؤ دور ہو جاؤ۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کا نبی اللہ کر کے بھیجا ہے۔ تو اس کو گالی نکالتا ہے۔ یہ سنکر میں بہت رو دیا اور حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے توبہ کی۔ ہم اسکو خواجہ صاحب کے پاس لے آئے۔ اس کا خواب سن کر خواجہ صاحب نے کہا کہ

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔

مگر دوسری قرأت میں دنیا میں ایک نبی آیا بھی ہے۔ میں بجائے نبی کے نذیر کا لفظ لکھ کر اشتہار شائع کرتا ہوں۔ اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب و صوفی محمد علی صاحب و شیخ مولا بخش صاحب نے بہت ہی سمجھایا کہ یہ خواب کا معاملہ ہے اس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ کر کے فرمایا ہے۔ تم بھی نبی اللہ کا ہی لفظ لکھو۔ مگر خواجہ صاحب نے کسی کی نہ مانی اور نذیر کا لفظ ہی لکھا۔ جس پر غیر احمدیوں نے اس مولوی کو بہت تنگ کیا اور مارا پیٹا۔ اور بادشاہی مسجد میں لے جا کر توبہ کرائی اور اس کی طرف سے اشتہار نکلوایا کہ میری خواب کے انھوں نے الفاظ بدل دیئے ہیں۔ اس طرح ہمیں بہت شرمساری ہوئی

بیعت کے بعد کی گفتگو

جب ہم بیعت کر کے واپس آئے تو مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ ہم نے نبی اللہ کے ہاتھ پہ

اقرار خدمت دین کا کیا ہے۔ اب میں تو اپنا کاروبار بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اور تم بتاؤ کہ اگر تم کو حضرت صاحب خدمت دین کا حکم دیں۔ تو کیا تم گھر چلے جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ آپ تو ایم۔ اے ہیں۔ میں کیا کروں گا۔ کہنے لگے تم گھاس کھود کر خدمت دین کرنا۔ اگر آخرین منہم کا مصداق بننا ہے میں نے کہا کہ ہاں اگر مجھے فرمائینگے تو میں گھاس کھودنے کو بھی تیار ہوں۔

دہلی کا سفر اور میاں صاحب

دہلی جاتے ہوئے سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبہ میں اور مکرمی سیٹھ احمد رکھا صاحب مدراسی تھے۔ اور دوسرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام معہ اہل و عیال سفر کر رہے تھے۔ اور رات کا وقت تھا۔ میں نے سیٹھ صاحب کے کہنے سے حضور علیہ السلام کی نظم "کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا" پڑھنی شروع کی۔ حضور نے دروازہ کھٹکھٹا کر سیٹھ صاحب کو کھڑکی میں سے فرمایا کہ جب اسٹیشن آوے تو مجھے بتلانا۔ چنانچہ جب اسٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کو بازو سے پکڑ کر گاڑی سے اتار کر سیٹھ صاحب سے فرمایا کہ ان کو اپنے کمرے میں داخل کر لو۔ تاکہ میاں غلام محمد کی نظم کو صحیح کر دے اس طرح بھی تبلیغ ہو جاتی ہے۔ جب ہم امرتسر پہونچے تو یہ نظم پڑھ کر سنائی۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ ابھی بچہ ہیں۔ کیونکہ اسوقت امیر المومنین کی عمر سات آٹھ سال کی تھی۔ میری کیا غلطی نکالینگے۔ پڑھنا شروع کیا۔ مگر حضرت امیر المومنین نے پہلے شعر میں ہی مجھے اتنا شرمسار کر دیا کہ ساری شوخی جاتی رہی۔ کیونکہ آئینہ ابصار کا تلفظ مجھ سے صحیح ادا نہ ہو سکا۔ ہم نے اس دن سے حضرت خلیفۃ المسیح کا سکہ اپنے دل پر جما لیا ہوا ہے۔

خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کا مزار

دہلی میں جا کر ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دس بارہ خدام کے ساتھ جس میں خاکسار و خواجہ کمال الدین و خواجہ رجب الدین بھی تھے خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر تشریف لیگئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو خواجہ کمال الدین اور رجب الدین الگ ہو کر ایک درخت کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔ اور رجب الدین کہنے لگا کہ دیکھو یہ نبی اللہ ہو کر آیا ہے اس نے نمونہ بننا ہے یہاں ہمیں ہنسی آتی ہے۔ غرض اس طرح کی آپس میں دونوں باتیں کرتے رہے۔ اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دعا میں لگے رہے۔ بہت لمبی دعا فرمائی۔ بعد دعا فرمایا کہ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں دعا جلد ہی قبول ہوتی ہے۔ ان مقامات میں سے یہ بھی ایک مقام ہے۔ یہ شخص یعنی نظام الدین اولیاء بہت بڑا انسان ذی اقتدار گذرا ہے۔ قریب تھا کہ میں ان سے باتوں میں مشغول ہو جاتا۔ مگر اس ڈر سے کہ تمکو تکلیف ہوگی مشغول نہیں ہوا۔

مجاور کا مطالبہ

اتنے میں مجاور نے کہا کہ یہاں ہماری کوئی جاگیر نہیں ہے کچھ ڈال جاؤ۔ چنانچہ حضور نے یہ فرما کر کہ جس طرح یہ زمین پتھریلی ہے۔ ایسا ہی ان لوگوں کے دل بھی پتھر ہیں۔ مجھے تو حیرانگی آتی ہے کہ نظام الدین اولیاء نے کس محنت سے ان لوگوں کو مسلمان کیا ہوگا۔ اس کے برتن میں ایک دونی ڈالدی اور مسکرا کر ہمیں بھی فرمایا کہ کچھ ڈالدو چنانچہ ہم نے بھی دو دو آنہ ڈالدیئے۔ تاکہ اس غریب کا کچھ بن جاوے مگر خواجہ کمال الدین و رجب الدین کھڑے رہے اور کچھ نہ دیا۔

دہلی کی مسجد میں نماز باجماعت

اسی دن بعض غیر احمدیوں نے حضور علیہ السلام کو مجبور کیا کہ آپ مسجد میں اپنی جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لیا کریں۔ چنانچہ اسدن مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے حضور خدام کے ساتھ تشریف لائے۔ جب پہلی رکعت کے رکوع میں ہم گئے۔ تو میرے خیال میں آیا کہ ان غیر احمدی شریروں میں سے اگر کوئی حضرت صاحب پر حملہ کر دے۔ تو بہتر ہے کہ میں حضور کی حفاظت کروں۔ چنانچہ میں حضرت صاحب کی دائیں طرف صف میں تھا۔ نماز توڑ کر سونٹا لے کر کھڑا رہا۔ جب نماز ہو چکی اور میں نماز پڑھنے لگا تو حضور فرمانے لگے کہ آپ کی نماز تو ہو چکی اب پڑھو یا نہ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ امام کی نماز میں حفاظت کرنا نماز ادا کرنا ہی ہے

جنوری ۱۹۰۹ء کا واقعہ

ایک رات خلیفہ رجب الدین کے مکان پر خواجہ کمال الدین وغیرہ نے ایک مجلس قائم کی جس میں بیان کیا کہ ہم خلیفہ اول کو خلافت سے معزول کر سکتے ہیں۔ اس رائے کے ساتھ خاکسار اور مکرمی محمد حسین صاحب قریشی مرحوم اور اکثر لاہور کی جماعت انھوں نے اپنے پیچھے لگالی۔ مگر میں نے اور قریشی صاحب مرحوم نے کہا کہ جس طرح کوئی نبی کو معزول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کے خلیفہ کو بھی معزول نہیں کر سکتا۔ اسپر خواجہ کمال الدین نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس تحریر پر آپ دستخط نہ کریں۔ مگر ہماری مجلس کو تو خراب نہ کریں۔

اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت اولیٰ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ مانتے تھے اور ان لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔

خلیفہ اول کا ارشاد

ایک دفعہ میں (جبکہ مولوی محمد علی و خواجہ کمال الدین وغیرہ دوبارہ بیعت کرنے کے بعد لاہور آئے ہوئے تھے) خلیفہ اول رض سے رخصت ہو کر لاہور آنے لگا تو حضور نے مجھے فرمایا کہ لاہور جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ میری طرف نظر اٹھا کر اور اپنی داڑھی پکڑ کر فرمایا کہ تم ان کو (یعنی خواجہ کمال الدین وغیرہ کو) کہدو کہ ذوالخویصرہ کے چند الفاظ تھے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا دنیا جانتی ہے۔ آنے والی نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی۔ مجھ بوڑھے کو ان لعنتوں میں شریک نہ کرو۔

مولوی محمد علی صاحب کا خط حضرت مسیح موعودؑ کے نام

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور اپنے آخری ایام میں تشریف لائے ہوئے تھے کہ چند دنوں کے بعد مولوی محمد علی صاحب بھی قادیان سے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا کہ لنگر خانہ کا خرچ ماہوار اٹھارہ روپے سے زائد نہیں۔ میں نے خود اندازہ کر لیا ہے۔ باقی روپیہ جو لنگر کے لئے آتا ہے وہ اس بے ترتیبی سے خرچ ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین کا زیور بن جاتا ہے۔ یہ الفاظ دیکھ کر میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ افسوس ایک طرف تو آپ حضرت صاحب کو نبی اللہ کہتے ہیں۔ دوسری طرف ان سے حساب لیتے ہیں۔ گویا ہم خدا ہوئے کہ حضور علیہ السلام سے حساب مانگتے ہیں۔

یہ الفاظ میں نے اسلئے کہے کہ میرا اسوقت بھی یہی خیال تھا۔ کہ اسطرح کا خط مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ کمال الدین۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ و یعقوب بیگ صاحب کے مشورہ سے لکھا ہوگا۔ اسپر مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ تمہیں خبر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہمارا اعتراض نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ملاقات کی گٹھڑی پر حضور علیہ السلام کا پورا پورا

تصرف ہو۔ لیکن میں نے پھر بھی ان کو سمجھایا کہ مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ کہہ کر ایسے خیالات کرنے صحیح نہیں۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب حضور علیہ السلام نے اخبار عام میں مضمون چھپوایا تھا کہ میں نبی اللہ ہوں۔

مسیح موعود علیہ السلام کا سوال مولوی محمد علی سے

جن دنوں خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب نے ایڈیٹر اخبار الوطن سے یہ سمجھوتہ کیا کہ ہم اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر نہیں کرینگے۔ بلکہ صرف قرآن اور اسلام کا ہی تذکرہ ہوگا۔ ایکدن میں مولوی محمد علی صاحب کے پاس کوٹھری میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ:۔

مولوی صاحب میں اسلئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ قرآن دکھلائیں جس میں میرا ذکر نہ ہو۔ یا قرآن میں سے وہ حصہ دکھاؤ جس میں مسیح موعود کا ذکر نہ ہو۔

حضور علیہ السلام کا چہرہ سرخ تھا۔ اور حضور علیہ السلام بار بار ان کلمات کو دہراتے تھے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب نے نیچے سر کیا ہوا تھا۔ اور آنسو بہا رہے تھے۔

سید محمد حسین صاحب کا اقرار نبوت

ایک دفعہ میں اور سید محمد حسین شاہ صاحب یکہ پر بیٹھ کر بٹالہ سے قادیان جا رہے تھے کہ سید غلام دستگیر شاہ صاحب مرحوم پیدل جاتے ہوئے ملے۔ ان کو دیکھ کر شاہ صاحب نے مجھے کہا کہ اگر پہلوان کریم بخش صاحب آجاتے تو ان کو آپ یکہ پر بٹھاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا جسمانی رشتہ ان سے ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر غلام دستگیر شاہ صاحب اور ہمارا نبوت کا رشتہ ہے کہ ہم ایک نبی اللہ یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کو بٹھلاؤ۔ چنانچہ یکہ پر بٹھلا لیا۔ اور پھر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حصول نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بہت دیر تک سلسلہ گفتگو جاری رکھا۔ اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو ہمیں یہ دعا سکھلائی۔ ....

کہ جسطرح مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت عطا فرمائی ہے۔ تم بھی دعا مانگا کرو۔ چنانچہ میں دعا مانگا کرتا ہوں

(نوٹ) اسوقت جو کچھ میں نے لکھوایا ہے اس سے بہت زیادہ بشرط زندگی خود لکھوں گا

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم
غلام محمد فورمین ریلوے لوہاری منڈی
کچکوٹہ ملک الیاس لاہور

* * *

نوٹ:۔ یہ روایات مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بابو صاحب کے ایام بیماری میں لاہور میں جا کر قلمبند فرمائی تھیں۔ ہم نے بابو صاحب کے اپنے الفاظ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنا پسند نہیں کیا

(ایڈیٹر)

روایات

حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوری کی زبان قلم سے

حضرت صوفی نبی بخش صاحب ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو ۱۸۹۱ء احمدیت کی قبولیت کی توفیق ملی اور زمرہ صحابہ میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے ایک لمبا عرصہ محکمہ ریلوے میں ملازمت کی۔ اور وہاں بھی اپنے ہمعصروں میں ان کی نیکی اور تقویٰ اور دیانتداری کیوجہ سے ممتاز رہے۔ میرے متعدد مرتبہ توجہ دلانے سے آپنے اپنی گوناگوں مصروفیتوں سے وقت نکال کر ایک لطیف مضمون الحکم میں لکھا ہے۔ الحکم کو ایک جائز فخر ہے کہ اس نے اس دور جدید میں سیرت مسیح موعودؑ کے جمع کرنے میں گرانبہا خدمات سر انجام دی ہیں۔ اور دے رہا ہے۔ آج کے نمبر میں دو لاہوری بزرگوں کی زبان سے ہی روایات درج کی گئی ہیں دونوں بہت پرانے صحابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان بزرگوں کو لمبی عمر دے۔ تاکہ لوگ ان کی صحبت سے فیض حاصل کریں (آمین)

صوفی صاحب قبلہ کا ابتدائی حصہ اگرچہ اپنے حالات زندگی کے متعلق ہے۔ مگر اس میں بھی اکثر حصہ وہی ہے جس کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے کسی نہ کسی رنگ میں تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے اس تمام مضمون کو بڑی خوشی سے سیرت کے عنوان کے ماتحت شائع کرتا ہوں (ایڈیٹر)

محبی فی اللہ جناب عرفانی صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار کو مسجد اقصیٰ قادیان دار الامان میں ذکر حبیب پر متعدد بار تقریر کرنے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے اگرچہ مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر مینے یہ طریق مدنظر رکھا ہوا تھا۔ کہ جہاں کہیں مجھے تقریر کرنے یا جمعہ کا خطبہ پڑھانے کا موقع ملتا۔ میں ان کلمات طیبات کو جو وقتاً فوقتاً خدا کے برگزیدہ بندے حضرت سیدنا و مولانا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنے تھے۔ لوگوں تک پہنچا دیتا۔ لیکن ہیئت مجموعی اور یکجائی طور پر ان کے سنانے کا موقع صرف اسے مقدس مقام پر مل سکا۔ میری ان تقاریر کے بعد اکثر برادران طریقت تشریف لائے۔ اور بہت سے امورات کی بابت استفسار فرمایا۔ اس لئے مینے قرین مصلحت سمجھا کہ ان تمام باتوں کو سپرد قلم کرکے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔ کیونکہ اس ناپائیدار زندگی کا ایک لمحہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر اس طرح دنیا کے مخمصوں اور مجبوریوں نے مجھے دبا رکھا ہے۔ اور یہ کلمات طیبات کہ جو توحید اور ذکر الٰہی کے خزانہ کے بے بہا موتی اور عرفان اور معرفت الٰہی کی کان کے لعل اور جواہر ہیں۔ اسی طرح میرے سینہ میں دھرے رہے اور داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا تو کسی حد تک میں بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک ذمہ دار ٹھیروں گا۔ اسلئے اس سرائے فانی سے مفارقت دائمی اور سفر آخرت سے پہلے آپکے اخبار کے ذریعہ برادران طریقت تک پہنچانا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں اور امید قوی ہے کہ کوئی صاحب دل ان سے فائدہ اٹھا کر اس عاجز کے حال زار پہ زار زار روئے ترحم دعا فرمائیے گا۔ جو میرے لئے دونوں جہان کی بہبودی کا باعث ہو۔ کیونکہ ہمارا فرض ہے کہ ہمیں اگر ایک آیت بھی آتی ہو۔ یا ایک حدیث ہم تک پہنچی ہو۔ تو یہ امانت ہے جو دوسروں کو ضرور پہنچانی ہے۔ ؎

بماند سالہا این نظم و ترتیب
ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے
غرض نقشیست کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت
کند بر حال این مسکیں دعائے

اگرچہ تاریخی طور پر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا مبارک دن سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کا میرے لئے پہلا دن تھا۔ لیکن اس سے قبل زندگی کے چند ایسے واقعات ہیں جو بطور ارہاص اسی کے ہوچکے ہیں اسلئے ان کا ذکر بھی کرنا ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ یہی واقعات تھے۔ جو مجھے اس دربار عالی تک پہنچانے کا باعث ہوئے۔

(۱)

اپریل ۱۸۸۱ء میں خاکسار نے راولپنڈی مشن سکول سے مڈل پاس کیا۔ فضل ربانی نے میری تائید کی۔ انٹرنس کلاس میں داخل ہونے کے اسباب میسر کر دیئے فقط ایک وظیفہ مبلغ چار روپے کا انٹرنس کلاس کے لئے منظور شدہ تھا۔ اور اگرچہ میرا نمبر نتیجہ کے لحاظ سے تیسرا تھا لیکن وہ وظیفہ مجھے ہی دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو طالب علم اول نمبر پر تھا۔ اس نے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرا ایک سال پہلے فیل ہو چکا تھا۔ لاجرم اس وظیفہ کے پانے کا میں ہی مستحق گردانا گیا۔ اور والد صاحب مرحوم کی ذمہ داری پر یہ وظیفہ مجھے دیا گیا۔ شرط یہ ٹھیرائی گئی۔ نہ تو آپکے لڑکے کو اس مدرسہ کو چھوڑ کر کسی اور مدرسہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ اور نہ ہی تعلیم کو ادھورا چھوڑنا ہوگا۔ بصورت وعدہ شکنی تمام روپیہ واپس کرنا پڑے گا۔ والد صاحب مرحوم نے اسپر اپنی رضامندی ظاہر کی اور ایک اقرارنامہ پر انسے دستخط لئے گئے۔

سکول کا ہیڈ ماسٹر ایک بنگالی مگر سخت متعصب عیسائی جو دین عیسوی کا فدائی اور جاں نثار تھا۔ بڑے ذوق سے بائبل پڑھاتا۔ کبھی کبھی اسلام پر اعتراض بھی کرتا۔ لیکن وہ اسی رنگ میں اکثر ہوا کرتے۔ جو اکثر پادری صاحبان [illegible] قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ میں اس کوچہ سے بالکل نابلد تھا۔ لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی غیرت بھی آجاتی۔ اور بے خوف و خطر اسکا مقابلہ کرتا۔ اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آتا۔ کہ ایک طالب علم وظیفہ خوار کے لئے اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کبھی متانت سے سنتے اور برداشت کرتے۔ لیکن دل میں کینہ رکھتے۔ کوئی رنجش ان کے چہرے سے عیاں نہ ہوتی۔

ان سب باتوں کا نتیجہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد اس رنگ میں انھوں نے ظاہر کیا کہ میں کالج میں تعلیم پانے سے روکا گیا۔ راولپنڈی میونسپل کمیٹی نے ایک وظیفہ مبلغ ۵ کا اس لڑکے کے لئے منظور کیا ہوا تھا جو اپنے سکول میں اول رہے۔ لیکن ہیڈ ماسٹر کی سفارش اس کے لئے ضروری تھی۔ جس سے انھوں نے بالکل انکار کیا۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں کالج میں داخل نہ ہو سکا۔

انھیں ایام میں مینے ایک خواب دیکھا۔ جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو پورا ہوا۔ مینے دیکھا کہ ایک پیر مرد نورانی صورت میرے سامنے آیا۔ اس کا حلیہ تمام و کمال میرے لوح دل پر نقش ہونے کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ اور میں بیدار ہو گیا۔

(۲)

۱۳ر جون ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری نے ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشتہار کی مخالفت میں شائع کیا۔ جس میں آنجناب نے ایک بشیر لڑکے کی پیدائش کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اس اشتہار میں پنڈت صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق دشنام دہی اور سب و شتم سے کام لیا۔ اتفاقاً وہ اشتہار میری نظر سے بھی گذرا۔ میں نے استفسار کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں ایک کارڈ لکھا۔ لیکن بباعث عدم علم ایسے طرز سے لکھا گیا کہ حضور نے مجھے معاندین میں سے تصور کیا الاعمال و بالنیات خیر یہ گذری کہ حضرت صاحب نے چند مخلص دوستوں سے بذریعہ خط و کتابت خاکسار کی نسبت دریافت فرمایا۔ جنہوں نے ازراہ کرم حضور کی تسلی کی اور لکھا کہ یہ شخص ہمیشہ سے آپکا مداح رہا ہے۔ اسکے بعد آپنے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا ؎

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہی دکھایا کیا کیا

اس اشتہار کے پڑھنے اور براہین احمدیہ کے بار بار مطالعہ سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں کیونکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس نیت سے اکتوبر ۱۸۸۹ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا۔ اور مغرب کی نماز میں نے مسجد مبارک میں حضرت اقدس کی اقتدا میں پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہیں بیٹھ گئے اور بطور نصیحت مختصر الفاظ میں تقریر فرمائی۔ جس کا لب لباب یہ تھا۔

مسلمانوں کا دین سے غفلت کرنا ان کے زوال کا موجب ہوا ہے جب وہ دین کو مضبوط پکڑینگے۔ تو پھر خدا تعالیٰ ان کو وہی عظمت اور شان و شوکت اور جلال اور حکومت عطا فرمائیگا۔

جو ان کو پہلے دی گئی تھی

اس کے بعد حضور تشریف لے گئے۔ دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد پھر مجھے یاد فرمایا۔ کچھ خانگی امور کی نسبت دریافت فرماتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا:۔

آج رات کو ہمیں الہام ہوا ہے کہ واصنع الفلک باعیننا۔ یعنی تو ہماری آنکھوں کے سامنے ایک کشتی بنا۔ جو کوئی اس کشتی میں سوار ہو گا وہ اس طوفان ضلالت سے جو دنیا پر آ رہا ہے بچ جاوے گا۔

اثنائے گفتگو میں خاکسار نے عرض کیا کہ حضور اسلام میں چار بیویوں تک کرنے کی اجازت کیوں ہے؟ آپ نے جس طرح مجھے سمجھایا اس کا ماحصل مطلب میں اپنے الفاظ میں قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے درج کرتا ہوں۔

طبعی طور پر عورت کی عمر مرد سے چوتھا حصہ ہے۔ کیا بلحاظ عبادت کے اور کیا بلحاظ دنیاوی کاروبار کے ایک مرد اور ایک عورت ایک حد تک برابر نشوونما پاتے ہیں۔ لیکن عورت پر بعد بلوغت ایسا وقت آ جاتا ہے۔ کہ وہ دونوں پہلوؤں میں بیکار ہو جاتی ہے۔ اور مرد دونوں پہلوؤں میں آگے بڑھ جاتا ہے۔ عورت کے جوہر جو سسرال میں جا کر کھلتے ہیں وہ والدین کے ہاں کھلنے ناممکن ہیں اسلئے بیاہنے کا بندوبست کیا جاتا ہے پھر وہ صاحب اولاد ہو جاتی ہے۔ حمل کے دن۔ زچہ کے دن اور رضاعت کے دنوں میں مرد ہر دو مذکورہ بالا صورتوں میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے خواہ مخواہ چار بیویاں کرنا شرط نہیں۔ ضروریات کے ماتحت اجازت ہے۔

اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میں نے اجازت چاہی۔ رخصت ہونے کے وقت میں نے عرض کیا کہ حضور کوئی نصیحت فرمائیں آپنے فرمایا

"حسن ظن"

(۳)

اپریل ۱۸۸۹ء سے اپریل ۱۸۹۲ء تک خاکسار انجمن حمایت اسلام کا مہتمم کتب خانہ رہا۔ اور حضور کا مضمون "ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب" ہی اہتمام سے چھاپا گیا۔ جواب میاں فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان سے "تصدیق النبی" کے نام سے مل سکتا ہے۔

ایک دن حسب معمول انجمن کے کتب خانہ میں گیا۔ ان دنوں رسالہ فتح اسلام چھپ چکا تھا۔ اس کی ایک کاپی انجمن کے دفتر میں بھی پہنچی۔ بہت سے مولوی صاحبان جن میں سے اکثر اہل حدیث تھے۔ اس کو پڑھتے اور نہایت تعجب سے کہتے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے اس رسالہ میں لکھا ہے اس کو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ مگر یہ رسالہ بھی لاجواب ہے اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد رسالہ توضیح المرام بھی ۔۔۔۔ میری نظر سے گذرا۔ ان دنوں رسالوں کے شائع ہونے کے بعد ہندوستان میں ایک سخت طوفان بے تمیزی برپا ہوا اور ہر طرف سے مولوی صاحبان نے کفر کے فتوے تیار کئے یہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان میں ایک جلسہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مجھے بھی ایک کارڈ پہنچا۔ لیکن بعض ضروری خانگی امورات کی وجہ سے میں نے حاضر خدمت ہونے سے انکار کیا۔ لیکن اسی ہفتہ میں پھر دوبارہ کارڈ پہنچا جس کے الفاظ یہ تھے

دسمبر کی تعطیلات پر آپ ضرور قادیان تشریف لائیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ وہ آپ کو اپنے جذب خاص سے اپنی طرف کھینچ لے۔

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس خط کو پڑھا۔ اور مجھ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے تمام ان خانگی امورات کو جن کی بنا پر قادیان آنے سے میں نے معذرت کی تھی غیر باد کہی اور مصمم ارادہ کیا کہ قادیان جانا ضروری ہے۔ الغرض ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے جلسے پر جس میں حاضرین کی تعداد اسّی کے قریب تھی۔ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور دن کے دس بجے کے قریب چائے پینے کے بعد ارشاد ہوا کہ سب دوست بڑی مسجد میں جو اب مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے تشریف لے جائیں حسب الحکم سب کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا زہے قسمت کہ میرے لئے تقدیر ازل نے اس برگزیدہ بندہ کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ اسوقت مسجد اتنی وسیع نہ تھی جیسی آج نظر آتی ہے۔ سب کے بعد حضرت صاحب خود تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ "فیصلہ آسمانی" سنانے کے لئے مقرر ہوئے۔ لیکن میرے لئے ایک حیرت کا مقام تھا کیونکہ جب میں نے حضرت اقدس کے روئے مبارک اور لباس کی طرف دیکھا تو وہی حلیہ تھا اور وہی لباس زیب تن تھا جس کو ایام طالب علمی میں نے دیکھا تھا۔

حاضرین تو بڑی توجہ سے آسمانی فیصلہ سننے میں مشغول رہے اور میں اپنے دل کے خیالات میں مستغرق تھا۔ اور فیصلہ کر رہا تھا کہ یہ وہی نورانی صورت ہے۔ جس کو طالب علمی کے زمانہ میں مجھے خواب میں دکھایا تھا۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور ہر ایک حضرت صاحب سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ میں نے عمداً سب سے پیچھے مصافحہ کیا۔ اور عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ کیونکہ میں نے ایک شخص کی آگے بیعت کی ہوئی ہے۔ آپنے فرمایا:۔

آپ کی بیعت نور علیٰ نور ہو گی بشرطیکہ وہ شخص نیک ہے۔ ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائے گی۔ اور ہماری بیعت رہ جائیگی

(۴)

ایک دفعہ مینے ۱۸ اگست ۱۸۹۶ء کا ایک واقعہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ ایک لمبا قصہ ہے۔ جو مجھے اپنی ملازمت میں پیش آیا۔ یعنی کچھ ایسی تکالیف پیش آئیں جن سے میں استعفا دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس غم میں مینے اپنے اہل و عیال کو موضع سید کسراں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھیج دیا

میاں کریم بخش صاحب کی مسجد میں جو لاہور واٹر ورکس کے متصل ایک خوبصورت اور وسیع مسجد ہے بعد نماز عشاء اسی فکر میں غرق تھا کہ یکایک میرے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور ایک غیبی آواز سنائی دی جو یہ تھی

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہو۔ تو وہ کوئی وظیفہ پڑھا کرتا ہے۔ تم بھی کوئی وظیفہ پڑھو۔ میں کیا وظیفہ پڑھوں

تم بعد نماز عشاء دس نفل پڑھو اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھو

اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی توفیق دی کہ اسوقت میں نے دس نفل اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور کچھ مدت اس پر عمل کرنے کے بعد میری تمام ملازمت کی تکالیف جاتی رہیں۔

یہ واقعہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں عرض کیا تو آپنے فرمایا

اسکے ساتھ ۳۰۰ دفعہ استغفار کا اضافہ کر لو۔

(۵)

ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔ اور خلوت میں ملنے کا موقع ملا۔ ایک ضرورت درپیش تھی جسکے عرض کیا کہ حضور مجھے میاں چراغ الدین صاحب کے نام سفارش لکھ دیں۔ کہ میری اس کام میں مدد کریں آپنے فرمایا

جب خدا ہے تو سفارش کی کیا ضرورت ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت وہ میرا کام بغیر سفارش کے ہو گیا

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء)

اسی طرح اور بھی کیا، اسی رنگ میں اللہ تعالیٰ کے بعض ظاہر در ظاہر افعال نہاں در نہاں اسرار اور افعال پر بطور گواہ ہیں۔ اسلئے اُس نے قسم کے رنگ میں اپنے افعال بدیہیہ کو اپنے افعال نظریہ کے ثبوت میں جابجا قرآن شریف میں پیش کیا اور یہ کہنا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ در حقیقت اپنے افعال کی قسم کھاتا ہے۔ نہ کسی غیر کی۔ اور اُسکے افعال اُسکے غیر نہیں ہیں۔ مثلاً اُس کا آسمان یا ستارہ کی قسم کھانا اس قصد سے نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غیر کی قسم ہے۔ بلکہ اُس کا منشاء یہ ہے کہ جو کچھ اُس کے ہاتھوں کی صنعت اور حکمت آسمان اور ستاروں میں موجود ہے۔ اس کی شہادت بعض اپنے افعال مخفیہ کے سمجھانے کے لئے پیش کرے۔ غرض خدا تعالیٰ کی قسمیں اپنے اندر لا محدود اسرار معرفت کے رکھتی ہیں۔ جن کو اہل بصیرت ہی دیکھ سکتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ قسم کے لباس میں اپنے قانون قدرت کے بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق حل کرنے کے لئے پیش کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب (قانون قدرت) اُس کی قولی کتاب (قرآن شریف) پر شاہد ہو جاوے اور اس کے قول و فعل میں باہم مطابقت ہو کر طالب صادق کے لئے مزید معرفت اور سکینت اور یقین کا موجب ہو۔ اور یہ طریق قرآن شریف میں عام ہے مثلاً خدا تعالیٰ نے برہموؤں اور الہام کے منکروں پر یوں اتمام حجت کرتا ہے۔

والسماء ذات الرجع

قسم ہے بادلوں کی جن سے مینہ برستا ہے۔ رجع بارش کو بھی کہتے ہیں۔ بارش کا بھی ایک مستقل نظام ہے جیسے نظام شمسی ہے رات اور دن کا اور کسوف و خسوف کا بجائے خود ایک ایک نظام ہے۔ مرض کا بھی ایک نظام ہوتا ہے۔ طبیب اس نظام کے موافق کہہ سکتا ہے کہ فلاں دن بحران ہوگا۔ غرض یہ نظام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت اپنے اندر ایک ترتیب اور کامل نظام رکھتا ہے۔ اور کوئی فعل اس کا ایسا نہیں ہے جو نظام اور ترتیب سے باہر ہو اللہ تعالیٰ جیسے یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے ڈریں ویسے ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگوں میں علوم کی واقفیت پیدا ہووے۔ اور اس سے وہ معرفت کی منزلوں کو طے کر جاویں۔ کیونکہ علوم حقہ سے واقفیت جہاں ایک طرف سچی خشیت پیدا کرتی ہے۔ وہاں دوسری طرف ان علوم سے خدا پرستی پیدا ہوتی ہے۔ بعض بدقسمت ایسے بھی ہیں جو علوم میں منہمک ہو کر قضا و قدر سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر ہی شکوک پیدا کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو قضا و قدر کے قائل ہو کر علوم ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

مگر قرآن شریف نے دونوں تعلیمیں دی ہیں۔ اور کامل طور پر دی ہیں۔ قرآن شریف علوم حقہ سے اسلئے واقف کرنا چاہتا ہے۔ اور اسلئے ادھر ان کو متوجہ کرتا ہے کہ اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی معرفت میں جوں جوں ترقی ہوتی ہے اُسیقدر خدا تعالیٰ کی عظمت اور محبت پیدا ہوتی جاتی جاتی ہے۔ اور انسان کو قضا و قدر کے نیچے رہنے کی اسلئے تعلیم دیتا ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کی صفت پیدا ہو اور وہ راضی برضا رہنے کی حقیقت سے آشنا ہو کر وہ سچی سکینت اور اطمینان جو نجات کا اصل مقصد اور منشاء ہے حاصل کرے۔

ابھی جو مثال میں نے قرآن شریف سے قسم کے متعلق دی ہے کہ والسماء ذات الرجع یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں اللہ تعالیٰ نے رجع رکھا ہے۔ سماء کا لفظ فضا اور جوّ اور بارش اور بلندی کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ رجع بار بار وقت پر آنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ بارش برسات میں بار بار آتی ہے اسلئے اس کا نام بھی رجع ہے۔ اسیطرح پر آسمانی بارش بھی اپنے وقتوں پر آتی ہے۔

والارض ذات الصدع

اور قسم ہے زمین کی کہ وہ ان وقتوں میں پھوٹ نکلتی ہے اور سبزہ نکالتی ہے

بارش کی جڑھ زمین ہے زمین کا پانی جو بخارات بن کر اوپر کو اُڑ جاتا ہے وہ کرۂ زمہریر میں پہنچ کر بارش بن کے واپس آتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ چونکہ آسمان سے آتا ہے۔ اسلئے وہ آسمانی کہلاتا ہے پھر بارش کی ضرورت کے لئے ایک اور وقت خاص ہے۔ جب مزارعین کو ضرورت ہوتی ہے اگر بیائی کے بعد پڑے تو کچھ بھی نہ رہے۔ اور پھر بعض اوقات نشوونما کے لئے ضرورت ہوتی ہے غرض بارش اور مینہ کی ضرورت اور اس کے مفاد اور اس کے آسمان سے آنے کا نظارہ بالکل بدیہی ہے ایک ادنیٰ درجہ کی عقل رکھنے والا گنوار دہقان بھی جانتا ہے علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر آسمانی بارش نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہونے لگتے ہیں چنانچہ امساک باراں کے دنوں میں بہت سے کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں۔ اور اکثروں میں پانی بہت ہی کم رہ جاتا ہے لیکن جب آسمان سے بارش آتی ہے تو زمینی پانیوں میں ایک جوش اور تموج پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرا مطلب اس مقام پر اس مثال کے بیان کرنے سے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو ایک اور امر کے لئے بطور شاہد قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان نظاروں سے ایک معمولی زمیندار بھی واقف ہی ہے اور وہ امر جو ان کے ذریعہ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے

انه لقول فصل وما هو بالهزل

بیشک یہ خدا کا کلام ہے اور قول فصل ہے۔ اور عین وقت پر ضرورت حقہ کے ساتھ اور حق و حکمت کے ساتھ آیا ہے۔ بیہودہ طور پر نہیں آیا۔

اب دیکھ لو کہ قرآن شریف جس وقت نازل ہوا ہے۔ کیا اُسوقت نظام روحانی یہ نہیں چاہتا تھا کہ خدا کا کلام نازل ہو۔ اور کوئی مرد آسمانی آوے جو اس گمشدہ متاع کو واپس دلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کی تاریخ پڑھو۔ تو معلوم ہو جاوے گا کہ دنیا کی کیا حالت تھی۔ خدا تعالیٰ کی پرستش دنیا سے اُٹھ گئی تھی اور توحید کا نقش یا مٹ چکا تھا۔ باطل پرستی اور معبودان باطلہ کی پرستش نے اللہ جل شانہٗ کی جگہ لے رکھی تھی۔ اور دنیا پر جہالت اور ظلمت کا ایک خوفناک پردہ چھایا ہوا تھا۔ دنیا کے تختہ پر کوئی ملک کوئی قطعہ کوئی سرزمین ایسی نہ رہ گئی تھی جہاں خدائے واحد لاشریک حی و قیوم کی پرستش ہوتی ہو۔ عیسائیوں کی مردہ پرست قوم تثلیث کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور ویدوں میں توحید کا بیجا دعویٰ کرنے والے ہندوستان کے رہنے والے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ غرض خود خدا تعالیٰ نے جو نقشہ اُسوقت کی حالت کا ان الفاظ میں کھینچا ہے ظهر الفساد فی البر والبحر بالکل سچا ہے اور اس سے بہتر انسانی زبان اور قلم اس حالت کو بیان نہیں کر سکتی۔ اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ کا قانون عام ہے کہ عین امساک بارش کیوقت آخر اُس کا فضل ہوتا ہے۔ اور باران رحمت کا کرشمہ دکھائی بخشتا ہے۔ اسی طرح پر ایسے وقت میں ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا کلام آسمان سے نازل ہوتا۔ گویا اُن جسمانی بارش کے نظام کو دکھا کر روحانی بارش کے نظام کی طرف رہبری کی ہے۔ اب اس سے کون انکار کرے گا کہ بارش ہمارے مقاصد کے موافق ہوتی۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ جیسے [illegible] نظام رکھا ہے۔ اسیطرح دوسری بارشوں کے لئے وقت رکھے ہیں۔ اب دیکھ لو کہ کیا بارش روحانی کا ذکر نہ تھا۔ کس قدر جھگڑے تم لوگوں میں پیدا تھے اعمال گندے اور ایمان بھی گندے تھے۔ اور دنیا ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والی تھی۔ پھر وہ کیوں کر اپنے فضل کا مینہ نہ برساتا۔ جس نے جسم فانی کی حفاظت کے لئے ایک خاص نظام رکھا ہے پھر روحانی نظام کو کیوں کر چھوڑتا۔ اسلئے بارش کے نظام کو بطور شاہد پیش کرکے قسم کے رنگ میں استعمال کیا۔ کیونکہ امر نبوت ایک روحانی اور نظری امر تھا۔ اور کفار عرب اس نظام کو نہ سمجھ سکتے تھے اسلئے وہ پہلا نظام پیش کرکے اُن کو سمجھا دیا

غرض یہ ایک سِر ہے جس کو نادانوں نے سمجھا نہیں اور اپنی نادانی اور عداوت حق کی بنا پر اعتراض کر دیا ہے۔ اصل مفہوم کو جو اللہ تعالیٰ نے

اس میں مقصود رکھا تھا چھوڑ دیا۔ اسیطرح پر ایک نادان کہتا ہے کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً (کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ گویا معاذ اللہ خدا بھوکا ہے احمق نہیں سمجھتا کہ اس کا بھوکا ہونا کہاں سے نکلتا ہے۔ یہاں قرض کا مفہوم اصل تو یہ ہے کہ ایسی چیزیں جن کے واپس کرنے کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ افلاس اپنی طرف سے لگا لیتا ہے۔ یہاں قرض سے مراد یہ ہے کہ کون ہے جو خدا تعالیٰ کو اعمال صالحہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جزا اسے کئی گنا کرکے دیتا ہے۔ یہ خدا کی شان کے لائق ہے۔ جو سلسلہ عبودیت کا ربوبیت کے ساتھ ہے اسپر غور کرے سے اس کا یہ مفہوم صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بدوں کسی نیکی دعا اور التجا۔ اور بدوں تفرقہ کافر و مومن کے ہر ایک کی پرورش فرما رہا ہے۔ اور اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے فیض سے سب کو فیض پہنچا رہا ہے پھر وہ کسی کی نیکیوں کو کیوں ضائع کرے گا۔ اس کی شان تو یہ ہے

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

جو ذرہ بھی نیکی کا کرے اس کا بھی اجر دیتا ہے اور جو ذرہ بدی کرے گا اس کی بھی پاداش ملے گی یہ ہے قرض کا اصل مفہوم جو اس آیت سے پایا جاتا ہے۔ چونکہ اصل مفہوم قرض کا اس سے پایا جاتا تھا۔ اس لئے یہی کہدیا من یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ اور اس کی تفسیر اس آیت میں موجود ہے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

جاہل عیسائی سبھوں نے ایک عاجز اور ناتواں انسان کو خدا بنا لیا ہے۔ اور اپنی بدکاریوں اور گناہ کی گٹھڑی اس پر رکھدی ہے۔ اور اسے ملعون تسلیم کیا ہے۔ باوجودیکہ ان کے پاس لعنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں چونکہ خدا تعالیٰ کی پاک شریعت کو کفارہ کی بنا پر رد کر چکے ہیں۔ اعمال صالحہ میں جو ایک لذت اور سرور ہوتا ہے وہ انھیں حاصل نہیں رہا۔ اور خدا تعالیٰ کے سارے راستبازوں کو بٹ مار اور ڈاکو قرار دینے کی وجہ سے ان پر وہ لعنت پڑی ہے۔ اسلئے یہ بات کبھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے راستبازوں کا انکار اور تکذیب ایک ایسی شے ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور اس کی روحانی طاقتوں اور قوتوں کے لئے زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ جو صادق کی نسبت سوء ظن کرتا ہے اور اس کی بے ادبی کرتا ہے۔ وہ حقائق و معارف سے بے نصیب کر دیا جاتا ہے۔ یہ لعنت عیسائیوں پر پڑی ہے۔ کہ انھوں نے سارے راستبازوں کو خطاکار ٹھیرایا

غرض اس آیت میں یہ لطیفہ ہے کہ بارشوں کا جسمانی طور پر ایک نظام ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ اب بارش کے دن قریب ہیں۔ مثلاً یہ جانتے ہیں کہ پوہ اور ماگھ کے دنوں میں بارش ہوتی ہے اور ساون بھادوں کے دنوں میں ہوتی ہے۔ پھر ایک یہ راز ہے کہ بارش بیہودہ کبھی نہیں ہوتی درحقیقت وہی اوقات بارش کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر روحانی بارشوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ یہ ایک نظری بحث ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے موٹی موٹی باتوں کو بطور شاہد کے پیش کیا ہے اور قسم کا لفظ شاہد کے قائم مقام بیان فرمایا۔ اس لفظ کو اسیطرح بیان کیا ہے۔ جس طرح پر قرض کے لفظ کو جسے میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔

اب ایک بات اور قابل غور ہے کہ ایک بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے۔ اور پھر ایک بارش اس تخم کے نشوونما اور سرسبزی کے لئے ہوتی ہے۔ اس طرح نبوت کی بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے اور محدثین اور مجددین کی بارش جو نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون کے ضمن میں داخل ہیں اس تخم کے بارآور کرنے اور نشوونما دینے کے لئے۔ میں نے بارہا اس امر کا ذکر کیا ہے کہ نبوت الوہیت کے لئے بطور میخ کے ہوتی ہے۔ جو شخص نبوت کا انکار کرتا ہے رفتہ رفتہ وہ الوہیت کے انکار تک پہنچ جاتا ہے۔ اور نبوت کے لئے ولایت بطور میخ کے ہوتی ہے ولی کے انکار سے رفتہ رفتہ سلب ایمان ہو جاتا ہے۔

اسوقت دیکھو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ سو برس سے زائد عرصہ گذر گیا۔ اگر خدا تعالیٰ اسوقت تک بالکل خاموش رہتا۔ اور اپنی تجلی نہ فرماتا تو اسلام ایک قصہ اور کہانی سے بڑھکر کوئی وقعت نہ رکھتا۔ اور اس کو دوسرے مذاہب پر کوئی خصوصیت اور فضیلت نہ ہوتی۔ جیسے ہندو اپنے بزرگوں سے منسوب خوارق کو پرانوں اور شاستروں میں لکھا بیان کرتے ہیں اور دکھا کچھ نہیں سکتے۔ اسیطرح پر اسلام کے اعجازی نشانوں کا ذکر مسلمانوں کی کتابوں ہی میں بتاتے اور دکھا کچھ نہ سکتے تو دوسرے مذاہب پر اس کو کیا فضیلت رہتی اور انسان کی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے۔ کہ اسے دوسرے پر کوئی فضیلت نظر نہ آوے۔ تو اس سے بے رغبتی اور بے دلی ظاہر کرتا ہے۔ اسطرح پر گویا اسلام سے ایک قسم کا ضعف ایمان پیدا ہوتا۔ کیونکہ بدوں فضیلت کے ایمان قوی رہ سکتا ہی نہیں۔ اسلئے نبوت کی زراعت کیواسطے ولایت ایک باڑ لگا دی گئی ہے۔ پس غور کرکے دیکھو کہ قسم پر اعتراض کرنے والوں کا جواب کیسا صاف اور لطیف ہے۔

اس مضمون کو دیکھ کر انسان کس قدر انشراح کے ساتھ قبول کر سکتا ہے کہ قرآن کریم کس قدر عالی مضامین کو کیسے انداز اور طرز سے بیان کرتا ہے۔ پھر قرآن شریف میں ایک مقام پر رات کی قسم کھائی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اسوقت کی قسم ہے جبکہ وحی کا سلسلہ بند تھا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک مقام ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے جو سلسلہ وحی سے افاضہ حاصل کرتے ہیں آتا ہے۔ وحی کے سلسلہ سے شوق اور محبت بڑھتی ہے۔ لیکن مفارقت میں بھی ایک کشش ہوتی ہے۔ جو محبت کے مدارج عالیہ پر پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے قلق اور کرب میں ترقی ہوتی ہے۔ اور روح میں ایک بیقراری اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ دعاؤں کی روح اس میں نفخ کی جاتی ہے۔ کہ وہ آستانہ الوہیت پر جا کر یا ادب یا ادب کہہ کر بڑے جوش اور شوق اور جذبہ کے ساتھ دوڑتی ہے۔ جیسا کہ ایک بچہ جو تھوڑی دیر کے لئے ماں کی چھاتیوں سے الگ رکھا گیا ہو بے اختیار ہو ہو کر ماں کی طرف دوڑتا اور چلا جاتا ہے۔ اسیطرح پر بلکہ اس سے بھی بجلہ اضطراب کے ساتھ روح خدا کی طرف دوڑتی ہے اور اس دوڑ دھوپ اور قلق و کرب میں وہ لذت اور سرور ہوتا ہے۔ جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے

یاد رکھو روح میں جس قدر اضطراب اور بے قراری خدا تعالیٰ کے لئے ہوگی اسیقدر دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ اور ان میں قبولیت کا نفخ ہوگا۔ غرض یہ ایک زمانہ ماموروں اور مرسلوں اور ان لوگوں پر جن کے ساتھ مکالمات الٰہیہ کا ایک تعلق ہوتا ہے آتا ہے۔ اور اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی یہ ہوتی ہے۔ کہ تا ان کو محبت کی چاشنی اور قبولیت دعا کے ذوق سے حصہ دے۔ اور ان کو اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے۔ تو یہاں ضحیٰ اور لیل کی قسم کھائی۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ اور مراتب محبت کا اظہار ہے۔ اور آگے پیغمبر خدا کا ایما کیا کہ دیکھو دن و رات جو بنائے ہیں۔ ان میں کسقدر دفعہ ایک دوسرے میں ڈالدیا ہے ضحیٰ کا وقت بھی دیکھو اور تاریکی کا وقت بھی خیال کرو۔

ما ودعک ربک۔ خدا تعالیٰ نے تجھے رخصت نہیں کر دیا۔ اس نے تجھ سے کینہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ ہمارا ایک قانون ہے۔ جیسے رات اور دن کو بنایا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ایک قانون ہے۔ کہ بعض وقت وحی کو بند کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ ان میں دعاؤں کے لئے زیادہ جوش پیدا ہو اور ضحیٰ اور لیل کو اسلئے بطور شاہد کے بیان فرمایا تا آپ کی امید وسیع ہو۔ اور تسلی اور اطمینان پیدا ہو

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کے بیان کرنے سے اصل مدعا یہ رکھا ہے کہ تا بدیہات کو نظریات کا ذریعہ سمجھا دے اب سوچ کر دیکھو کہ یہ کیا پر حکمت مسئلہ تھا مگر ان بدبختوں نے اسپر بھی اعتراض کیا۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

(باقی آئندہ)